مولانا ریاض الحسن نوری ایم ۔ اے

# مذہب، سائنس اور مادہ پرستی

## نظریۂ توحید :

کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور و معروف پروفیسر ( A.C. BOUQUET ) کے نزدیک محققین کے دو گروہ رہے ہیں - ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ سب سے قدیم انسان وحدانیت کے قائل تھے - اور بعد میں شرک شروع ہوا - ہر زمانے میں وحدانیت پر یقین رکھنے والے لوگ اس کی تبلیغ کرتے رہے ہیں - دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ پہلے انسان ہر چیز کو پوجنا شروع کر دیتا تھا - اس کے بعد اس نے معدودے چند معبود بنا لئے - پھر ترقی کرتے کرتے انسان ایک معبود ماننے لگا - پہلے نظریے والوں کو ( ANTI - EVOLUTIONIST ) یعنی مخالفین ارتقاء کا نام دیا جاتا ہے اور دوسرے گروہ کو ( EVOLUTIONIST ) یا ارتقائی کہا جاتا ہے -

ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا گروہ ہے جو جدید دریافت شدہ شواہد کی بنا پر یہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ کس گروہ کے ساتھ متفق ہوں - ان کو ارتقائیوں کا نظریہ اتنا سادہ نظر آتا ہے کہ وہ سچ نہیں ہو سکتا لیکن وہ محسوس کرتے ہیں کہ سچ اس سے ملتا جلتا ہوگا - یہ لوگ ارتقاء کے مخالفین کے متعلق یہ سوچتے ہیں کہ وہ بائبل کو سچا ثابت کرنے کیلئے ارتقائی نظریہ کی مخالفت کرتے ہیں -

پروفیسر صاحب پھر کہتے ہیں کہ ماہرینِ انسانیت یعنی ( ANTHROPOLOGY ) نے ویانا ( VIENNA ) کے فراہم کردہ ڈھیروں ثبوتوں اور دلائل و مشاہدات کو جو مخالفینِ ارتقاء کے حق میں ہیں اچھی طرح نہیں دیکھا ہے - اس لئے وہ بائبل سے متاثر نہیں ہوئے [1]

پندرہ ہزار سال قبل مسیح توحید الٰہی کا مذہب رائج تھا : اصل حقیقت تو اب بالکل واضح ہو چکی ہے - یعنی ابتدا وحدانیت

---

[1] : PP. 46 , 47 COMPARATIVE RELEGION BY A.C BOUQUET

سے ہی ہوئی تھی۔ مگر بے صبری کی وجہ سے جاہل انسان ہر موہوم سہارے کی طرف لپکنے لگے اور گمراہ ہو گئے۔ جیسے کہ بعض لوگ بعض اوقات جوئے یا لاٹری سے آس لگا لیتے ہیں اور صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راستے پر چل پڑتے ہیں۔ ڈاکٹروں سے علاج کرانے کی بجائے عطائیوں کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔ سمجھدار لوگ ہر زمانے میں لوگوں کو غلط روی سے روکتے رہے۔ وقتاً فوقتاً پیغمبر بھی آتے رہے اور راہِ حق دکھاتے رہے لیکن عوام ہر دور میں دو حصوں میں بٹے رہے جیسے کہ آج بھی کچھ لوگ ڈاکٹروں یا طبیبوں سے باقاعدہ علاج کراتے ہیں مگر ایک کثیر تعداد عطائیوں جعلی پیروں، کم علم ناتجربہ کار ڈاکٹروں اور بے ایمان معالجوں کے پاس علاج کے لئے جاتے رہتے ہیں، نجومیوں کو ہاتھ دکھاتے ہیں۔ آج کے دور میں اگرچہ سائنس نے نجوم کو لغویات کہہ دیا ہے پھر بھی علمِ نجوم کا یورپ کے عوام میں اسی طرح رواج بڑھ رہا ہے جس طرح کہ لادینیت کا۔ حالانکہ بیسویں صدی کے سائنسدان مذہب کے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں۔ بیسویں صدی کی سائنس اور اسلام دونوں نجوم اور لادینیت کے خلاف ہیں مگر یورپی عوام میں یہ دونوں مقبول ہو رہے ہیں۔

ہمیں پروفیسر A.C. BOUQUET کے حوالے سے ELLIOT SMITH بتاتے ہیں کہ AURIGNACIANS پندرہ ہزار سال قبل مسیح اور جنوبی امریکہ کے لوگ وہاں یورپین اقوام کے داخلے سے پہلے تک صرف ایک خدا (SINGLE DEITY) کی عبادت کرتے رہے ہیں۔ جنوبی امریکہ میں یورپین اثرات کے بعد ہی ایک سے زیادہ خدائی طاقت کو ماننے کے رجحانات پیدا ہوئے ہیں[1]

جنوبی امریکہ سے متعلق صاحبِ موصوف کا فقرہ یہ ہے:

IN SOUTH AMERICA THERE ARE SOME MATRILINEAR INDIANS WHO WORSHIPPED A SINGLE DEITY OF THE GREAT MOTHER TYPE TILL THEY CAME IN CONTACT WITH EUROPEANS AND THEN DEVELOPED HOLY-DAEMONISM.

گویا یورپین اقوام نے نہ صرف عیسائیت کو مسخ کیا بلکہ جنوبی امریکہ جا کر وہاں شرک کا بیج بو دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عیسائیت میں بھی شرک، صلیب اور دیگر باطل عقائد کا نفوذ یورپین اثرات سے ہی ہوا۔ بعض عیسائی فرقے اب تک حقیقی وحدانیت کے قائل ہیں۔ ان میں سے UNITARIAN یعنی وحدانیت

---

[1] صفحہ ۴۸ محولہ بالا۔

والا فرقہ سب سے مشہور رہا ہے - امریکہ کے جتنے صدر ہوئے ہیں ان میں سے کم از کم چار اس فرقے سے تعلق رکھتے تھے یعنی JOHN ADAMS ، JOHN QUINCY ADAMS ، FILL-MORE اور JOHN TAFT - پانچویں جیفرسن کے متعلق یہ مشہور رہا ہے کہ وہ بھی آخری عمر میں اسی فرقے کی تعریف کرنے لگا تھا[1] یاد رہے کہ جدید دور میں خود عیسائیوں نے تحقیقاتِ حاضرہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر نہیں چڑھایا گیا تھا اور نہ ہی صلیب کا کوئی تعلق حضرت عیسیٰؑ یا ان کے مذہب سے ہے۔ یہ یورپ کے وحشی مشرکین کا نشان تھا جس کو بعد میں ان ہی لوگوں کو عیسائیت میں شامل کرنے کیلئے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دی گئی تھی - اس سلسلہ میں عیسائیوں کا ایک مذہبی ہفتہ وار رسالہ جس کا نام .. " AWAKE " ہے، دیکھئے - اس کے ۸ رمئی ۱۹۶۹ء کے شمارہ میں ایک عمدہ مضمون چھپا ہے جس کا عنوان ہے: " THE USE OF CROSS " اس مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ صلیب کا نشان عیسائیوں سے پہلے کا ہے اور یورپ کے مشرکین کا نشان ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر نہیں چڑھایا گیا تھا اور نہ ہی صلیب کا کوئی تعلق حضرت عیسیٰؑ یا ان کے مذہب سے ہے - مصنف مزید کہتا ہے کہ جس آلہ سے کسی کا محبوب قتل کیا جاتا ہے اس کی شبیہ نہ کوئی گلے میں لٹکاتا ہے نہ اس آلہ سے کوئی محبت کرتا ہے - پس صلیب "PAGANS" کا نشان ہے -

یاد رہے مذکورہ بالا رسالہ "AWAKE" دنیا کی چھبیس زبانوں میں چھپن لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے اس کا ایک اور مضمون بھی قابلِ غور ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کس طرح قدیم زمانے میں لوگ وحدانیت سے شرک کی طرف مائل ہو جایا کرتے تھے - اس مضمون کا عنوان ہے :

"RELEGIOUS IMAGES AND PICTURES"

اس مضمون میں تورات کی کتاب خروج باب ۲۰ ، آیت ۴ ، ۵ سے ثابت کیا ہے کہ مصر سے نکلنے کے فوراً بعد اسرائیلیوں کو صاف صاف الفاظ میں بت تراشی یا کسی چیز کا مجسمہ بنانے جو آسمان ، زمین ، زمین کے نیچے یا پانی میں موجود ہو ، یا اس کی شبیہ بنانے سے منع کر دیا گیا تھا - کسی مجسمے کے سامنے جھکنے یا اس کی کسی طرح دیکھ بھال کرنے سے بھی روک دیا تھا -

"THOU SHALL NOT MAKE UNTO THEE ANY GRAVEN

---

(1) P. 428 THE WORLD ALMANAC AND THE BOOK OF FACTS — 1967.

IMAGE OR ANY LIKENESS OF ANYTHING THAT IS IN HEAVAN ABOVE, OR THAT IS IN THE EARTH BENEATH OR THAT IS IN THE WATER UNDER THE EARTH.

THOU SHALL NOT BOW DOWN THYSELF TO THEM, NOR SERVE THEM.

اب تورات کی کتاب استثنار کے باب نمبر ۷ کی آیات ۲۵، ۲۶ دیکھئے جو حسب ذیل ہے:

"تم ان کے دیوتاؤں کی تراشی ہوئی مورتوں کو آگ سے جلا دینا اور جو چاندی یا سونا ان پر ہو اس کا لالچ نہ کرنا اور نہ اسے لینا تاکہ ایسا نہ ہو کہ تو اس کے پھندے میں پھنس جائے۔ کیونکہ ایسی بات خداوند تیرے خدا کے آگے مکروہ ہے۔ سو تو ایسی مکروہ چیز اپنے گھر لاکر اس کی طرح نیست و نابود کر دئیے جانے کے لائق نہ بن جانا بلکہ تو اس سے از حد گھن کھانا اور اس سے بالکل نفرت رکھنا کیونکہ وہ ملعون چیز ہے۔"

اسی طرح بتوں اور غیر اللہ کے خلاف سخت ہدایات انجیل میں بھی موجود ہیں۔

پھر مضمون نگار لکھتے ہیں کہ غیر مذہبی (SECULAR) تاریخ کی تحقیق بھی یہی ہے کہ قدیم عیسائیوں میں مجسموں یا ان کی پرستش کا رواج بالکل نہ تھا۔

مصنف، مزید "M'CLINTOCK AND STRONG کے SYCLOPEDIA جلد چہارم صفحہ ۵۰۲ کے حوالے سے مندرجہ ذیل فقرہ نقل کرتا ہے:

"IMAGES WERE UNKNOWN IN THE PRIMITIVE CHRISTIANS"

یعنی "قدیم زمانے کے عیسائی مجسموں سے ناآشنا تھے۔"

پھر مصنف سوال پوچھتا ہے کہ جب شروع دور کے عیسائی اپنے گھر مذہبی مجسموں سے پاک رکھتے تھے تو پھر حضرت عیسیٰؑ کے مجسمے کب شروع ہوئے؟ اس کا جواب وہ مشہور کتاب "THE HISTORY OF THE CHRISTIAN RELEGION AND CHURCH, DURING THE THREE FIRST CENTURIES" کے حوالے سے دیتا ہے (صفحہ ۱۸۳) جس کے مصنف ڈاکٹر DR. AUGUSTUS NEADER ہیں۔ وہ یہ بتاتا ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں رومن شہنشاہ ALEXANDER SEVERUS کے دور میں عیسائیت کو مشرکانہ مذاہب سے ملا دیا گیا۔ اور جب قدیم عیسائیوں کے ہاں حضرت عیسیٰؑ کے مجسمے نہیں ہوتے تھے تو ظاہر ہے کہ ان کی والدہ کے مجسمے بھی اس دور میں موجود نہ تھے۔

انگریزی کا مشہور عالم ماہوار رسالہ ریڈرز ڈائجسٹ اکثر سائنسدانوں کے مضامین چھاپتا رہتا ہے جن میں خداپرستی کی تبلیغ ہوتی ہے۔ ایک مشہور مضمون ایک سے زیادہ مرتبہ چھپا جس میں ایک سائنسدان خدا کی موجودگی کے سائنسی دنیا سے سات دلائل دیتا ہے۔ اسی طرح کے ایک مضمون کے آخر میں HARDY EMERSON FOSDICK لکھتا ہے کہ:

"I BEGAN BELIEVING GOD FOR INTELLECTUAL REASONS AND I AM CONFIDENT THAT THEY STILL HOLD GOOD."

(P.572 HOW TO LIVE WITH LIFE PUBLISHED BY READAR'S DIGEST HONG KONG 1968)

"یعنی میں عقلی وجوہات کی بنا پر خدا پر ایمان لایا اور مجھے اب بھی یقین ہے کہ یہ وجوہات اب بھی ویسی ہی پختہ ہیں۔"

اسی طرح کا ایک اچھا مضمون DONALD CULROSS PEATTI کا ہے، اس کا عنوان ہے:

"A NATURALIST PATH TO FAITH" یعنی "ایک نیچری کیسے ایمان لایا؟" (ص۵۴۱ حوالہ بالا)

ایک مرتبہ مشہور سائنسدان A. CRESSY MORRISON کا بیان چھپا جس کا عنوان ہے:

"A SCIENTIST KNOWS THERE IS GOD" اس میں وہ لکھتا ہے:

"NO NEED TO BELABOUR THIS POINT: THANKS TO HUMAN REASON WE CAN CONTEMPLATE THE POSSIBILITY THAT WE ARE WHAT WE ARE ONLY BECAUSE WE HAVE CARRIED A SPARK OF UNIVERSAL INTELLIGENCE."

(P. 550 IBID)

یعنی اس مسئلہ پر زیادہ محنت کی ضرورت نہیں۔ انسان کے ذہن اور دلائل دینے کی قوت کا شکریہ کہ ہم اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ ہم جو کچھ ہیں وہ صرف اس وجہ سے کہ ہم نے اللہ کی کائناتی عقل ہی سے روشنی حاصل کی ہے۔"

مجھے یاد آگیا کہ ٹی۔ وی پہ ایک مذاکرہ میں ہمارے استاد محترم ڈاکٹر محمد اجمل نے فرمایا کہ کسی نے ژنگ (C.G. JUNG) مشہور عالم ماہر نفسیات سے پوچھا کہ کیا تم خدا پر یقین رکھتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ "تم یقین کی بات کرتے ہو، میں خوب جانتا ہوں کہ وہ موجود ہے!"

"BELIEVE I KNOW HE IS THERE!"

گویا سائنس دانوں کو یقین سے بھی اعلیٰ درجہ یعنی معرفت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ جس طرح یہ جانتے ہیں کہ یہ زمین گول ہے اسی طرح ان کو خدا کی معرفت اور ایمان حاصل ہوتا ہے، اس پختگی سے کہ جس میں شک و شبہ کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔

امریکہ کی چھپی ہوئی کتاب ہے جس کا نام ہے: "THE EVIDENCE OF GOD — IN AN EXPENDING UNIVERSE" اس میں چالیس مختلف شعبوں کے سائنس دانوں نے خدا کو ماننے کے اپنے وجوہات لکھے ہیں جو خاص ان کے شعبہ سے متعلق ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ اردو میں بھی ہو چکا ہے۔

جوڈ (JOAD) اپنی کتاب میں، جو اس نے سائنسی فلسفہ پر لکھی ہے، لکھتا ہے:

"بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ الٰہیات سے متعلق وہ تمام نظریات اور اندازے جو جدید سائنس کی بنیاد پر لگائے جاتے ہیں، ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ تمام نظریات جن کا میں نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے یعنی ایڈنگٹن، جینز (JEANS) اور رسل، اور میں سمجھتا ہوں کہ آئن سٹائن اور پلینک (PLANK) تمام کے تمام لوگ حقیقت اور ظاہر کے روایتی فرق کے قائل ہیں۔ . . . پس جہاں تک الٰہیات کی بنیادی باتوں کا تعلق ہے، جدید طبیعات (MODERN PHYSICS) کے اندازے اور نظریات شاید ان تمام روایتی تصوف کے نظریات کی تائید کرتے ہیں۔"[1]

VON HUGEL خدا کو سب سے اعلیٰ خوبی، محبت اور خوشی قرار دے کر کہتا ہے کہ یہ تمام اچھائیاں خدا حاصل نہیں کرتا بلکہ وہ تو خود ہی کچھ ہے (... HE SIMPLY IS IT.) HUGEL یہ اعلان کرتا ہے کہ خدا ہم سے علاوہ کوئی چیز ہے اور اسی فرق کی بنا پر مذہبی جذبات کی قوت کو بیان کیا جا سکتا ہے اور اس موقع پر مذہب حقیقت کو جاننے کی روحانی پیاس کے اظہار اور اس کی تسکین کے ذریعہ کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ جوڈ کے بیان کا آخری حصہ اس کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:

"RELEGION IS HERE REPRESENTED AS AT ONCE THE EXPRESSION AND THE SATISFACTION OF THE SOUL'S THIRST FOR REALITY, THE POINT OF VON HUGEL'S

(1) P.317, 318 PHILOSOPHICAL ASPECTS OF MODERN SCIENCE BY C.E.M. JODA.

DECLARATION BEING THAT IS ONLY ON THE ASSUMPTION THAT THIS REALITY IS OTHER THAN OURSELVES, THAT THE POWER OF RELEGIOUS FEELING CAN BE EXPLAINED."

. . . خدا کو ایک معنی میں اس دنیا میں اچھائی کا ذمہ دار کہا جا سکتا ہے۔ یہ اس معنی میں کہ کہا جائے کہ وہ اپنے موجود ہونے کے احساس کو پیدا کرتا ہے جس پر ان تمام اچھائیوں کا انحصار ہے۔ مگر ہم کسی صورت میں بھی اس دنیا کی خرابیوں اور برائیوں کا اس کو ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے۔ جوڈ کے اپنے الفاظ یوں ہیں:

"HE MAY BE IN A SENSE RESPONSIBLE FOR THE GOODNESS OF THE WORLD, IN THE SENSE, THAT IS, IN WHICH HE MAY BE SAID TO EVOKE AND CONDITION AN AWARENCE OF HIMSELF; BUT IN NO SENSE CAN WE MAKE HIM RESPONSIBLE FOR ITS EVIL." (P. 334 IBID)

SIR EDMOND WHITTAKER اپنی مشہور کتاب "SPACE AND SPIRIT" میں لکھتا ہے:

"THE DEEPER UNDERSTANDING OF THE NATURE OF MATERIAL UNIVERSE . . . HAS OPENED UP NEW PROSPECTS AND POSIBILITIES TO ADVOCATE THE BELIEF IN GOD." (P. 159 MODERN SCIENCE AND MODERN MAN BY JAMES B. CONANT)

یعنی مادی دنیا کی گہری سمجھ اور تفصیلی علم نے خدا پر ایمان کی تبلیغ کے نئے میدان اور نئے امکانی معقولات کی راہ کھول دی ہے۔

سر جیمز جینز ایک مقام پر لکھتا ہے:

"THE UNIVERSE CANNOT ADMIT OF MATERIAL REPRESENTATION AND THE REASON, I THINK, IS THAT IT HAS BECOME A MERE MENTAL CONCEPT."(1)

یعنی کائنات مادی طریقے پر نہیں پہچانی اور سمجھی جا سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے خیال میں

(1) P. 169 THE MYSTERIOUS UNIVERSE BY JAMES JEANS.

کائنات اب ایک محض خیالی نظریہ کے طور پر سمجھی جاتی ہے۔

## آئن سٹائن کی نظر میں سائنسی ہدایت کی کم مائیگی اور علمِ وحی کی برتری اور اہمیت!

آئن سٹائن کو تمام دنیا کے سائنسدان متفقہ طور پر اس صدی کا سب سے عظیم سائنسدان تسلیم کرتے ہیں اس لئے اب ہم اس کے نظریات بیان کرتے ہیں۔ آئن سٹائن انسانی علوم کے ناکافی ہونے کے سلسلہ میں یوں رقم طراز ہے:

"FOR SCIENTIFC METHOD CAN TEACH US NOTHING ELSE BEYOND HOW FACTS ARE RELATED TO, AND CONDITIONED BY EACH OTHER ---- ONE CAN HAVE THE CLEAREST AND MOST COMPLETE KNOLEDGE OF WHAT IS, AND YET NOT BE ABLE TO DEDUCT FROM THAT WHAT SHOULD BE THE GOAL OF OUR HUMAN ASPIRATIONS. THE KNOLEDGE OF TRUTH AS SUCH IS WONDERFUL, BUT IT IS SO LITTLE CAPABLE OF ACTING AS A GUIDE THAT IT CANNOT PROVE EVEN THE JUSTIFICATION AND THE VALUE OF THE ASPIRATION TOWARD THAT VERY KNOLEDGE OF TRUTH."

"یعنی سائنسی طریقہ ہمیں اس سے زیادہ کچھ نہیں سکھا سکتا کہ واقعات کا ایک دوسرے سے کیا تعلق ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے پر کس طرح منحصر ہوتے ہیں۔ . . . انسان کو اس بات کے متعلق بہت واضح علم ہو سکتا ہے کہ معاملہ کی صورت کس طرح پر ہے۔ مگر اس کے باوجود انسان اس تمام علم سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کر پاتا کہ انسانوں کی خواہشات اور جدوجہد کا مقصد کیا ہونا چاہیئے۔ حقیقت کا علم یوں تو بہت ہی خوب چیز ہے مگر یہ علم انسانوں کی راہنمائی اور ہدایت کے سلسلے میں اس قدر بیکار ہے کہ یہ خود اپنی قدر وقیمت بھی ثابت نہیں کر سکتا۔"

مذہب اور علمِ وحی کی اہمیت کو آئن سٹائن ان الفاظ میں تسلیم کرتا ہے:

"BUT MERE THINKING CANNOT GIVE US A SENSE OF ULTIMATE

(1) P.21, 22 OUT OF MY LATER YEARS.

AND FUNDAMENTAL ENDS TO MAKE CLEAR THESE FUNDAMENTAL ENDS AND VALUATIONS, AND TO SET THEM FAST IN THE EMOTIONAL LIFE OF THE INDIVIDUAL SEEMS TO MORE PRECISELY THE MOST IMPORTANT FUNCTION WHICH RELEGION HAS TO PERFORM IN THE SOCIAL LIFE OF MAN.[1]"

"مگر محض غور و فکر سے ہمیں انسان کے بنیادی مقاصد کی طرف رہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ میرے خیال میں بنیادی مقاصد اور اقدار کو واضح کرنا اور ان کو فرد کی جذباتی زندگی میں سمو دینا ہی مذہب کا وہ مقصد ہے جو وہ انسان کی معاشرتی زندگی کے سلسلے میں سرانجام دیتا ہے۔

یاد رکھئے کہ مذہب سے آئن سٹائن کا اشارہ ان مذاہب کی طرف ہی ہے جو وحی الٰہی کے ذریعے معرض وجود میں آئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:

"THE HIGHEST PRINCIPLES FOR OUR ASPIRATIONS AND JUDGMENTS ARE GIVEN TO US IN THE JEWISH, CHRISTIAN RELEGIOUS TRADITIONS. IT IS A VERY HIGH GOAL.[2]"

"ہمارے اقدار اور مقاصد کے سلسلے میں یہ ہے کہ سب سے بلند مقاصد وہ ہیں جو عیسائیت اور یہودیت کی روایات اور کتب کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ بہت بلند مقصد کی ہدایت کرتے ہیں۔"

یہ تو واضح ہے کہ احسان یا تصوف مادہ پرستی کی ضد ہے۔ اب تصوف کے متعلق بھی آئن سٹائن کا نظریہ سن لیجئے، وہ لکھتا ہے:

"THE FINEST EMOTION OF WHICH WE ARE CAPABLE IS THE MYSTIC EMOTION. HERE IN LIES THE GERM OF ALL ART AND ALL SCIENCE.[3]"

"انسان کیلئے سب سے اعلیٰ اور ارفع اگر کوئی احساس ہو سکتا ہے تو وہ تصوف سے متعلق ہے۔ اسی میں تمام سائنس اور آرٹ کا بیج موجود ہے۔"

---

(1) P. 22, 23 IBID

(2) IBID (3) P. 52-53 IN COSMIC RELEGION.

یہاں ہم یہ بھی بتانے چلیں کہ آئن سٹائن سیاسی لیڈروں کی طرح صرف زبانی جمع خرچ کے طور پر ہی دنیاداری اور مادہ پرستی کے خلاف نہ تھا بلکہ اس پر عمل پیرا بھی تھا۔ اس کا سوانح نگار HILAIRE CUNY لکھتا ہے:

"اس نے مال یا جاہ کے حصول کیلئے کبھی کوئی کام نہیں کیا اور نہ کبھی دوسروں سے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ اور یقیناً اس نے کبھی دوسروں کو خوش کرنے کیلئے کچھ نہیں کیا۔"[1]

مزید وہ لکھتا ہے:

"لباس کے معاملے میں اس کا یہ حال تھا کہ وہ پرانی جھولدار تھیلے نما پتلون اور محض اونی سوئیٹر کو ترجیح دیتا تھا۔ اکثر ننگے پیر یا چپل پہن کر پھرتا تھا۔ یہ وہ تصنع کے طور پر نہیں کرتا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس طرزِ عمل سے حقیقی آرام اور سکون محسوس کرتا تھا۔"[1]

وہ سیدھے سادے عام لوگوں سے بہت تہذیب سے پیش آتا تھا مگر بڑے لوگوں اور جاہ وحشم اور رتبہ والے اشخاص سے بمشکل خلیق رہ سکتا تھا۔ . . . اس کے نزدیک روپیہ کی کوئی قدر نہ تھی[2] اور اقتصادیات کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دیتا تھا[3]

سوانح نگار کے بیان کے آخری حصے کے الفاظ یہ ہیں:

"HE HAD NO RESPECT AT ALL FOR MONEY AND ABSOLUTELY NONE FOR FINANCE."

ایک اور مشہور مصنف MULLER اس کے حالات میں یوں لکھتا ہے:

"وہ اپنی عادتوں میں بہت سادہ ہے۔ وہ داڑھی مونڈنے اور نہانے کے لئے ایک ہی قسم کا صابن استعمال کرتا ہے کیونکہ اس کے خیال میں دو طرح کے صابن رکھنا زندگی کو خواہ مخواہ پیچیدہ بنا دینے کے مترادف ہے۔ گرمیوں میں وہ موزوں کو بے کار سمجھتا ہے . . . وہ روپیہ پیسہ کے معاملہ میں بالکل ہی بے اعتنائی برتتا تھا۔ ایک مرتبہ کئی ہفتوں تک راک فیلر فاؤنڈیشن سے موصول شدہ ایک چیک کو وہ بطور نشانی کتاب میں استعمال کرتا رہا اور پھر اس کی کتاب کہیں کھو گئی۔ . . وہ دماغی قوت کو

---

(1) P. 27 ALBERT EINSTEIN BY HILAIRE CUNY.

[2] یہاں اس کا نظریہ اور عمل جدید مادہ پرست لیڈروں کی عین ضد تھا۔

[3] صفحہ محولہ بالا۔ گویا وہ مادہ پرستوں کی مانند اقتصادیات کو انسانی زندگی کا محور نہیں سمجھتا تھا۔

برج یا شطرنج جیسے کھیلوں میں استعمال کرنے کو صحیح نہیں سمجھتا تھا . . . وہ شراب بالکل نہیں پیتا تھا . . . جب اسے نوبل پرائز ملا تو اس نے اس کی تمام رقم یعنی پچیس ہزار ڈالر خیرات کر دی۔ باوجود یکہ اس کی مالی حالت اس کی اجازت نہ دیتی تھی۔[1]

اس کے برعکس جدید دور کے عوام کی خاطر خونِ جگر پینے کا دعویٰ کرنے والے سیاسی لیڈروں اور حکام کے طرزِ زندگی پر بھی نظر ڈالئے جو شاہانہ ٹھاٹھ باٹ کر و فر سے زندگی گذارتے ہیں اور عدل و مساوات کے دعوے کرتے ہیں، غریبوں سے ٹیکس لیکر بے دریغ لٹاتے ہیں۔ یہ ٹیکس غریبوں سے کبھی بلاواسطہ لئے جاتے ہیں اور کبھی بالواسطہ وصول کئے جاتے ہیں۔

ترقی پسندوں کی قومیت پرستی اور آئن سٹائن :

نیشنلزم یعنی قومیت پرستی کے وہ سخت خلاف تھا۔ اس کو وہ بچگانہ بیماری کہتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ انسانیت کی کھسرہ ہے:

"NATIONALISM IS AN INFANTILE DESEASE. IT IS THE MEASLES OF MANKIND." (1)

ایک مرتبہ ایک عورت نے اس کے نظریۂ اضافت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ میں اسے صحیح سمجھتا ہوں۔ مگر اس کی سچائی ۱۹۸۱ء میں ثابت ہو گی جب میں مر چکا ہونگا۔ اس پر اس عورت نے سوال کیا کہ پھر کیا ہو گا؟ تو اس نے کہا کہ اگر میرا نظریۂ اضافت صحیح ثابت ہو گیا تو جرمن لوگ یہ دعویٰ کریں گے کہ میں جرمن ہوں اور فرانسیسی یہ کہیں گے کہ میں یہودی تھا اور اگر میرا نظریہ غلط ثابت ہوا تو جرمن یہ کہیں گے کہ میں جرمن تھا۔[2]

مذکورہ بالا لطیفہ بیان کرنے سے آئن سٹائن کا مطلب یہ تھا کہ نیشنلزم یا قوم پرستی کا نظریہ خود غرضی، خلافِ عقل، محض بچگانہ ذہنی بیماری اور کذبِ مفتری ہے۔ اس لطیفے میں اس نے جرمنوں اور فرانسیسیوں کے روایتی نیشنلزم، وطن پرستی اور ان کی آپس کی عصبیت پر طنز کی ہے۔

بھلا آئن سٹائن سے بڑھ کر کون ماڈرن ہو سکتا ہے؟ آئن سٹائن کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ قوم پرستی کم علمی

---

(1) P.399, 400 "EINSTEIN, A STUDY IN SIMPLICITY" "THE BEST OF 21 YEARS" PUBLISHED BY READERS DIGEST.

[1] صفحہ ۴۰۲ محولہ بالا۔

[2] صفحہ ۴۰۱، ۴۰۳ محولہ بالا۔

اور جہالت کی نشانی ہے اور جو لوگ اسے قوم پرست کہتے ہیں وہ سائنس کے دشمن اور جاہلیت پسند ہیں۔

**سائنس دانوں کا اعلان کہ دنیاوی فلاح کیلئے بھی عبادات کی پابندی ضروری ہے:**

نماز روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ عبادات سے متعلق ہمارے بعض مغرب زدہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بھلا اللہ کو ہمارے نماز روزہ وغیرہ سے کیا فائدہ؛ اس لئے عبادات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ مگر جدید سائنس دانوں کا فیصلہ کن اعلان عبادات کے حق میں ہے۔ بعض سائنس دانوں کے نزدیک اس کی اہمیت اور اس کا فائدہ عقائد سے بھی زیادہ ہے۔

"لارڈ الفریڈ ٹینیسن (LORD ALFRED TENYSON) کہتا تھا کہ دنیا میں دعاؤں کے ذریعہ اتنے کام ہوتے ہیں، جتنا کہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

اعصابی امراض کے مشہور ماہر اور مختلف علاجوں کے موجد (DR. WEIR MITCHELL) اکثر کہا کرتے تھے

"IT IS NOT THE BODY THAT IS ILL, BUT THE MIND."

"یعنی جسم بیمار نہیں بلکہ ذہن یا روح بیمار ہوتی ہے۔"

انہی امراض کے سلسلے کے ایک اور مشہور ڈاکٹر اور موجد DR. RICHERD C. CABAT نے ایک مرتبہ کہا:

"MINISTERS, IF THEY REALLY KNEW HOW TO PRAY, COULD PROBABLY BE DOING 75 PERCENT OF THE HEALING WORK OF PHYSICIANS.

یعنی پادری، واعظ اور مولوی حضرات، اگر دعا کرنے کے صحیح طریقے سے واقف ہو جائیں تو یہ مریضوں کو اچھا کرنے کا کچھ ۷۵ فیصدی کام جو ڈاکٹر کرتے ہیں سرانجام دینے لگیں[1]

ناظرین غور کریں کہ عبادت کے بہت سے روحانی فائدے بھی ہیں۔ عبادت انسان کو دینی و دنیاوی کاموں میں مستعد رکھنے کے علاوہ اس کے ایمان، یقین، اولوالعزمی اور قوت ارادی میں ترقی دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ذہنی سکون اور روحانی مسرت کیلئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔

---

[1] مذکورہ بالا حوالوں اور دیگر مزید بیانات کیلئے دیکھئے مندرجہ ذیل مضمون:

"THE HEALING POWER OF PRAYER BY STANLEY HIGH

(P [illegible])

مطبوعہ ریڈرز ڈائجسٹ [illegible]

مغربی دنیا کے چوٹی کے ماہرین اور بڑے بڑے ڈاکٹروں نے مذہب کے ذریعے جسمانی اور ذہنی بیماریوں پر قابو پانے کے سلسلے میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مثلاً DR-WOODARD ایک سپیشلسٹ ڈاکٹر ہیں جو کھلاڑیوں کی چوٹوں کے علاج کے ماہر ہیں اور بقول پبلشر آج بہت سے چوٹی کے کھلاڑی (ATHLETE) ان کی مہارت اور قابلیت کی گواہی دے سکتے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے:

"A DOCTOR HEALS BY FAITH."

یہ کتاب لندن سے ۱۹۵۳ء میں چھپی ہے اور اس میں ڈاکٹر صاحب نے خود اپنے مریضوں کی مثالیں دی ہیں اور اپنے تجربات بیان کئے ہیں۔ ناظرین اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

اسی طرح انگلینڈ کے سوشل سائنس اور نفسیات کے پروفیسر DR.JOHN MCKENZIE جو کہ تیس سال سے اعصابی امراض کے سلسلے میں کام کر رہے ہیں اور PATON COLLEGE میں پروفیسر ہیں، انہوں نے مانچسٹر کالج آکسفورڈ میں ۱۹۴۷ء میں چھ لیکچر دئیے تھے۔ یہ لیکچر بہت مقبول ہوئے اور امریکہ میں بھی چھاپے گئے۔ ہمارے سامنے ۱۹۶۲ء کا ایڈیشن ہے جس کو COLLIER BOOKS والوں نے چھاپا ہے۔ ناظرین اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ اس مختصر مضمون میں ہمارے لئے ان مصنفین کے رشحاتِ قلم کو مختصر بیان کرنا بھی مشکل ہے البتہ دیباچہ کا ایک فقرہ سن لیجئے۔ یہ لیکچر جس کتاب میں چھپے ہیں، اس کا نام یہ ہے:

"NERVOUS DISORDERS AND RELEGION."

مصنف مذکور فرماتے ہیں:

"NEVERTHELESS, IF THE PASTER AND SOCIAL WORKER OR THE COUNCELLOR IS TO HELP NEEDY PERSONALITIES, MALADJUSTED AND UNADJUSTED INDIVIDUALS, THEY WILL NEED ALL THE HELP THAT PSYCHIATRY AND PSYCHOPATHOLOGY CAN GIVE; BUT THEY SHOULD NOT FORGET THAT AN INTELLIGENT AND WELL INFORMED RELEGIOUS EXPERIENCE IS STILL THE GRATEST AND QUICKEST RESOLVER OF CONFLICTS WHICH PASS UPON THE SOUL OF MAN IN THIS MODERN AGE OF OURS."

یعنی "اگر واعظ، پادری، ناصح یا سوشل ورکر ایسے حاجت مند لوگوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں، جن کی

شخصیات میں ہم آہنگی نہیں پیدا ہو سکی تو ان کو جدید نفسیات اور جدید علاج کے طریقوں کی ضرورت ہو گی۔ مگر ان کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ ان آویزشوں کو حل کرنے کیلئے جو جدید دور میں انسان کے ذہن میں غلجان پیدا کرکے اس کیلئے سوہانِ روح بن جاتی ہیں۔ سب سے عظیم اور سب سے زود اثر طریقہ آج بھی باشعور اور عاقلانہ مذہبی مشاہدہ یا مذہبی تجربہ ہی ہے۔"

مذکورہ بالا دونوں کتب میں صرف نظریاتی بحث ہی نہیں ہے بلکہ تجرباتی مشاہدوں اور مریضوں کی شفایابیوں کے کثیر واقعات اور تجربات بیان کرکے مسئلہ پر پوری طرح سے سائنٹیفک تحقیق سے کام لیا گیا ہے۔

مغربی دنیا کا معیارِ زندگی مشرقی لوگوں سے بہت بلند ہونے کے باوجود وہاں ذہنی سکون ناپید ہے۔ مغربی طرزِ زندگی کے مطابق مشہور ایکٹرس میری لین مزو جس کے قہقہے دنیا کے لوگوں کا دل لبھاتے تھے، ایک بہت کامیاب عورت تھی مگر اس کی نجی زندگی غموں سے اس قدر پُر تھی کہ آخر اس کو خودکشی کے علاوہ کوئی حل نظر نہ آیا ؎

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
ناامیدی اسکی دیکھا چاہیئے

امریکہ میں جو دنیا کا خوشحال ترین ملک سمجھا جاتا ہے، ہر منٹ کوئی نہ کوئی شخص خودکشی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بعض مرتبہ یہ کوشش ناکام بھی ہو جاتی ہے[1]۔

نیویارک میں جو لوگ ہسپتال میں داخل ہوتے ہیں، عام معیار سے زیادہ تعلیم یافتہ، کھاتے پیتے اور ذہین ہوتے ہیں۔ مگر ان میں سے ۲۰ تا ۲۵ فیصد لوگ وہ ہوتے ہیں جن کے متعلق خودکشی کا خدشہ لگا رہتا ہے[2]۔ امریکہ میں خودکشی سے اموات کی تعداد ۲۵ ہزار ہے مگر ماہرین کا خیال ہے کہ اصل تعداد اس سے دوگنی ہے[3]۔ اس کے برعکس متحدہ پاکستان میں ۱۹۶۵ء میں (بقول نوائے وقت راولپنڈی، ۲۹ اگست ۱۹۶۷ء) خودکشی کے دو سو سترہ واقعات درج ہوئے۔ اب جیسے جیسے پاکستان میں مغربی طرزِ زندگی اور اس کی پیروی میں مادہ پرستی کو فروغ حاصل ہو رہا ہے، یہاں بھی خودکشی و دیگر جرائم بڑھتے جا رہے ہیں۔

آج کی دنیا کے نام نہاد مہذب ملکوں میں ایک مسئلہ توڑ پھوڑ کا بہت زبردست پیدا ہو چکا ہے۔ امریکہ، روس

---

(1) BACK PAGE CLUES TO SUICIDE BY EDWIN S. SHNEIDMAN N.L. FARBEROW - MC GRAW-HILL.

(2) P. 99 IBID

(3) IBID

جاپان، سویڈن سب ہی ممالک میں یہ تکلیف دہ مسئلہ موجود ہے مغرب کے سب سے خوشحال ملک امریکہ میں محض ایک سال میں صرف نیویارک کے سکولوں کی ۲۴۳۵۶۲ مالیت کی کھڑکیاں توڑی گئیں - اسی شہر میں اسکولوں کے توڑ پھوڑ سے سرکاری بیان کے مطابق ۲۳ لاکھ ڈالر (یعنی ۲ کروڑ ۳۰ لاکھ روپے) کا نقصان ہوا - اور اس میں دیواروں اور فرنیچر کی مرمت کا خرچہ شامل نہیں - صرف PHILADELPHIA میں اس مسئلہ کی وجہ سے ۴ بلین ڈالر (یعنی تقریباً چار کروڑ روپے) خرچ ہونے ہیں[1] - اب آپ پورے نقصان کا اندازہ لگالیں -

اسلامی ممالک میں بھی اب مغربی نظریات اور کلچر کی پیروی شروع ہو رہی ہے اور عبادات سے فرار - اس وجہ سے اسلامی ممالک میں بھی توڑ پھوڑ کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے جس کی ذمہ داری حکام اور مغربی تہذیب و نظریات کو فروغ دینے والوں پر عائد ہوتی ہے - اور اس میں فلم اور ٹیلیویژن سر فہرست ہیں - مجھے یاد ہے کہ ایوب خان کے دور کا آخری سال تھا اور رمضان کا مہینہ - راقم الحروف اپنے مکان میں بیٹھا تھا، افطاری سامنے رکھی تھی اور روزہ کھولنے کیلئے کان اذان کی آواز کے منتظر تھے کہ دھڑا دھڑ کی آوازیں آنے لگیں - باہر جھانک کر دیکھا تو لڑکے ایک اومنی بس پر خشت زنی کر رہے تھے اور سواریاں نکل نکل کر بھاگ رہی تھیں - ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان روزہ دار عین افطار کے وقت توڑ پھوڑ کا سوچ بھی نہیں سکتا - اسی طرح ۱۹۷۷ء میں رمضان کے آخری عشرہ میں جو کہ خاص عبادات اور استغفار کا عشرہ ہے جبکہ سبھی مسلمان (تقریباً) عبادتوں میں منہمک ہو جاتے ہیں - اسی زمانہ میں پاکستان میں جگہ جگہ بم پھٹنے کی وارداتوں کی خبریں آنے لگیں - ظاہر ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں کوئی عبادت گذار روزہ دار تو ایسی باتوں کا سوچ بھی نہیں سکتا - اس ماہ میں تو عرب کے جاہل بھی پرامن بن جاتے تھے - مگر مغرب کے ذہنی غلاموں کو رمضان کے احترام سے کیا تعلق!

امریکہ میں بارہ سے چودہ ہزار قتل ہر سال ہوتے ہیں - اگر آپ "WORLD ALMANIC" بابت ۱۹۷۳ء پر نظر ڈالیں تو آپ کو پتہ چلیگا کہ باوجود جنسی آزادیوں اور زنا کے مواقع حاصل ہونے کے امریکہ میں ہر روز سو سے زیادہ عورتوں کی بالجبر آبروریزی کی جاتی ہے - ماہرین کا خیال ہے کہ بدنامی کی وجہ سے ایسے جرائم کی رپورٹ بہت کم کی جاتی ہے - اس لئے اصل تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے - (مشہور بین الاقوامی رسالہ "AWAKE" بابت ۲۲ اگست ۱۹۷۴ء صفحہ ۲۹ کا دعویٰ ہے کہ:

"THOSE REPORTED ARE USUALY A SMALL FRACTION OF THE ACTUAL NUMBER."

---

(1) P.4 "AWAKE" DATED 22 AUGUST 1974.

"یعنی زنا بالجبر کے رپورٹ کردہ واقعات اصل کا بہت چھوٹی کسر ہوتے ہیں"

اس سلسلہ میں امریکہ کے رسالہ ٹائم میں بھی مضمون چھپ چکا ہے کہ کس طرح لوگ مکانوں میں اندر تالا لگا کر بھی لوگ اپنے کو محفوظ نہیں سمجھتے اور دن چھپنے کے بعد گھر سے باہر نکلتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ مغرب میں ذہنی بیماریوں کے عام ہونے کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ یورپ کے اکثر ممالک، جن میں انگلینڈ بھی شامل ہے، لواطت کو قانونی جواز عطا کر چکے ہیں۔ اس میں عوام اور خواص سے لیکر پادری حضرات بھی شامل ہیں۔ کیلی فورنیا میں ہالی ووڈ کے مقام پر ایک لوطی پادری کا چرچ ہے جس میں لوطیوں کی کثرت ہے۔ اس گرجا میں آنے والوں میں سے ۸۵ فیصدی مرد لوطی اور ۱۵ فیصد ایسی عورتیں شامل ہیں جو ہم جنسی تعلقات کے طریق کار کو اپنائے ہوئے ہیں۔[1] گویا مغرب میں الٹی گنگا بہ رہی ہے اور لوگوں کی فطرت تک مسخ ہو چکی ہے۔

نفسیات کی مشہور بین الاقوامی درسی کتاب: "INTRODUCTION TO PSYCHOLOGY BY JAMES O. WHITTAKER" کے صفحہ ۵۲۰ پر ہمیں پیکچ کے ساتھ مندرجہ ذیل عبارت ملتی ہے:

"HALF OF THE HOSPITALS BEDS IN THE UNITED STATES ARE OCCUPIED BY MENTALLY ILL PATIENTS."

یعنی امریکہ میں ہسپتالوں میں داخل ہونے والے مریضوں میں سے آدھے لوگ دماغی اور ذہنی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں"

مشہور بین الاقوامی رسالہ "ریڈرز ڈائجسٹ" میں ایک مرتبہ مضمون شائع ہوا تھا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ انگلینڈ میں بھی ہسپتالوں سے یہی اعداد و شمار حاصل ہوئے ہیں۔

جس طرح جسم کے لئے خوراک کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ذہن اور روح کی صحت کیلئے ایمان اور عبادت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی غیر موجودگی میں ذہنی امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور چوری، بدکاری، جوا بازی اور دیگر جرائم کے رجحانات پیدا ہوتے ہیں۔

جرائم کے جو اعداد و شمار ہمیں مغرب میں ملتے ہیں وہ اصل سے بہت کم ہیں۔ اس مسئلہ پر امریکہ و کینیڈا کے پروفیسر جو سوشیالوجی پڑھاتے ہیں اور مشہور محقق بھی ہیں یعنی "HOWARD JONES" نے اپنی کتاب "CRIME IN A CHANGING SOCIETY" میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔[2] آپ ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

(1) P. 30 "AWAKE" DATED FEB. 8, 1970.

[2] دیکھئے صفحات ۱۱ تا ۲۲۔

"CRIME IS ON THE INCREASE THROUGHOUT THE WESTERN WORLD. IN PASTICULAR JUVENILE DELINQUENCY OF A DISTURBINGLY VIOLENT AND SENSELESS KIND IS FLARING UP THROUGHOUT EUROPE AND NORTH AMERICA . . . . . UNRECORDED CRIME ARE LIKELY TO RANGE ALL THE WAY FROM THE MOST TRIVIAL TO THE MOST SERIOUS."(1)

یعنی جرائم ساری مغربی دنیا میں بڑھ رہے ہیں۔ بالخصوص کم عمر لڑکوں کے متشددانہ اور مہمل جرائم کی رفتار تمام یورپ اور شمالی امریکہ میں تیزی سے بھڑک اٹھی ہے . . . جو جرائم درج نہیں ہوتے ان میں چھوٹے سے چھوٹے جرم سے لیکر بڑے سے بڑے جرم شامل ہیں"

آج کل ترقی کا شوق ہر ملک میں روزافزوں ہے۔ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ہاورڈ جونز لکھتے ہیں کہ ترقی سے جرائم بھی اسی رفتار سے بڑھے ہیں جس رفتار سے ترقی ہوئی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترقی ہی جرائم پیدا کر رہی ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں کو نقصان ہوا ہے مگر ہم میں سے اکثر پہلے کی نسبت زیادہ خوشحال ہیں مگر ہم پہلے کی نسبت زیادہ مجرم بھی ہیں۔ اتنے مجرم کہ پہلے کبھی نہ تھے۔ آخری فقرات ان کے اپنے الفاظ میں سنئے:

"ALTHOUGH SOME GROUPS HAVE SUFFERED (LIKE PENSIONERS) MOST OF US ARE BETTER OFF THAN EVER BEFORE. BUT WE ARE MORE CRIMINAL THAN EVER BEFORE."(2)

مزید ہاورڈ جونز لکھتا ہے کہ:

"IT HAS BEEN FOUND THAT CHURCH MEMBERS ARE LESS LIKELY TO BECOME CRIMINALS THAN OTHER PEOPLE."(3)

یعنی "چرچ کے ممبروں کے مجرم بننے کا امکان دوسرے لوگوں سے کم ہے"!

اگرچہ مغرب میں جنسی آزادی پوری طرح موجود ہے اور بدکاری کے مواقع عام ہیں مگر اس کے باوجود وہاں زنا بالجبر، ہم جنسوں سے تعلقات اور محرمات سے ناجائز تعلقات کی رفتار بھی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ یہ ذہنی انتشار اور ذہنی بیماری کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ ہاورڈ جونز لکھتا ہے کہ محرمات سے تعلقات چونکہ عام نظروں سے

(1) PP. 7 & 15 "CRIME IN A CHANGING SOCIETY." (2)

(2) P. 151. IBID

(3) P. 107. IBID

سے چھپے ہوئے خاندانی کے اندرونی دائرے میں محدود رہتے ہیں اس لئے یہ جرم اس سے کہیں زیادہ وسیع پیمانے پر موجود ہے جتنا کہ سرکاری اعداد و شمار سے اور سزاؤں سے ظاہر ہوتا ہے[1]

جنسی آزادی کی موجودگی میں لواطت، زنا بالجبر اور محرمات سے بھی زنا بالجبر اور جنسی تعلقات کی کثرت کی وجہ سوائے ذہنی بیماری کے اور کیا ہو سکتی ہے؟ تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ نابالغ محرمات سے زنا کرنے والوں میں ۸۴ فیصد شادی شدہ لوگ ہوتے ہیں[2]

INDIANA یونیورسٹی میں کنزے نے جنسی معاملات پر تحقیق کیلئے جو ادارہ بنایا تھا اس نے ایک مفصل کتاب اور چھاپی ہے جس کا نام ہے: "SEX OFFENDERS" اس کے صفحہ ۴۹ پر ایک چارٹ دیا گیا ہے جس سے جنسی جرائم اور مذہب کے متعلق یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو عیسائی مذہب سے بیگانہ ہوتے ہیں وہ سب سے زیادہ جرائم کرتے ہیں اور جو مذہب سے معمولی تعلق رکھتے ہیں وہ ان سے کم جرائم کرتے ہیں۔ اور جو سخت مذہبی ہوتے ہیں ان کا جرائم میں بہت معمولی حصہ ہوتا ہے۔ مغرب میں مسخ شدہ عیسائیت چھپلی اور عیسائیوں میں سخت مذہبی لوگ بھی مشرقیوں کے معیار پر مذہب سے دور ہی ہوتے ہیں۔ البتہ یورپ کے یہودیوں میں مذہب نسبتاً زیادہ ہے۔ اور سخت مذہبی یہودی شاذ و نادر ہی کسی جنسی جرم میں ملوث پایا جاتا ہے۔ ان میں محرمات سے زنا بالکل نہیں ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ عبادت اور مذہب کا سوسائٹی کیلئے ایک عظیم فائدہ، سوسائٹی کو ہر قسم کے جرائم سے پاک رکھنے کے سلسلے میں بھی منتج ہوتا ہے۔ ہاورڈ جونز لکھتا ہے کہ فلاحی ریاست کے دور میں سوسائٹی میں سب سے وسیع اور مؤثر چیز (MOST WIDELY INFLUENTIAL AGENT AT WORK) حکومت ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سوسائٹی میں خرابی اور بگاڑ کی سب سے زیادہ ذمہ دار آج کے زمانہ میں حکومت ہے۔ گویا بڑھتے ہوئے جرائم حکومتی پروپیگنڈا اور طرز عمل کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں۔

پیلیکین والوں نے انگلینڈ کی تاریخ نو جلدوں میں چھاپی ہے۔ آخری جلد میں مصنف (صفحہ ۲۷۳ تا ۲۷۵) بھی رونا روتا ہے جو ہاورڈ جونز نے رویا ہے۔ وہ بڑے بڑے سیاستدانوں مثلاً پروفیومو (PROFUMO) وغیرہ کے جرائم، بدکاریوں اور مجرمین کے ساتھ جرائم میں ملوث ہونے کا بھی ذکر کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ یہ مقولہ کہ "معاشرہ کو ویسے ہی مجرم نصیب ہوتے ہیں جس کا وہ حقدار ہوتا ہے" اس سے کہیں زیادہ سچ ہے جتنا کہ اس مقولہ بنانے والے

---

(1) P-17 "CRIME IN A CHANGING SOCIETY."

(2) P-243 "SEX OFFENDERS" - PUBLISHED BY KINSEY INSTITUTE.

(3) P-126 "CRIME IN A CHANGING SOCIETY."

کے نزدیک تھا۔ آخر صفحہ ۲۷۵ پر یوں رقمطراز ہے:

"IT WAS TEMPTING TO DEPICT BRITAIN OF THE SIXTIES AS MONEYLUSTING, SORDID, DECADENT SOCIETY. THE OUTRIGHT PURSUIT OF HAPINESS LED STRAIGHT TO MUCH UNHAPINESS."(1)

یعنی "یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ برطانیہ کی ۱۹۶۰ء - ۱۹۷۰ء کی سوسائٹی دولت کی بھوکی، بخیل، کمینی اور زوال پذیر سوسائٹی ہے۔ خوشی کی تلاش کی والہانہ کوششوں نے سیدھا غم کی دنیا میں دھکیل دیا ہے۔ یہ سب مادہ پرستی، سوشلسٹ نظریات کے فروغ اور مذہب سے دوری کا نتیجہ ہے۔"

پاکستان میں بھی جب سے سیاستدانوں نے عوام کو معاشی ترقی اور خوشحالی کو زندگی کا واحد مقصد بنانے کا سبق سکھایا ہے اور اس سلسلے میں سبز باغ دکھائے ہیں اور اس نظریہ کے حامیوں کے ہاتھ میں حکومت آئی ہے، اس وقت سے دن بدن پاکستان کے عوام کی معاشی حالت گرتی جا رہی ہے۔ بیرونی قرضوں میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور اشیاء زندگی گراں ہوتی جا رہی ہیں۔ یہ سب معاشیات کے سوشلسٹ اور مادہ پرستانہ نظریات کا نتیجہ ہے۔

برٹرینڈ رسل لکھتا ہے:

"زندگی ہمیشہ ہی تکلیف دہ رہی ہے مگر زندگی آج اس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے جتنی کہ سابقہ دو صدیوں میں تھی:"

"LIFE AT ALL TIMES FULL OF PAIN, IS MORE PAINFUL IN OUR TIMES THAN IN THE TWO CENTURIES THAT PRECEEDED IT."(2)

حقیقت یہ ہے کہ مغرب کے سب ہی دانشور اس کا اعلان کر رہے ہیں کہ انسان جتنا دکھی آج ہے تاریخ میں کبھی نہ تھا۔

قرآن کا اعجاز:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف فرما دیا ہے کہ:

"ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا"

---

(1) PP. 273. 275 "ENGLAND IN THE TWENTIETH CENTURY" BY DAVID THOMSON. (PALICAN HISTORY OF ENGLAND VOL. 9)

(2) P. 31 IN PRAISE OF IDLENESS.

کہ "جو میرے ذکر سے منہ موڑیگا، اس کی زندگی دکھوں میں گذریگی۔"

قرآنِ مجید کی اس پیشگوئی کو آج مغرب کا ہر دانشور تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ ہم مذکورہ بالا ہی نہیں بلکہ سینکڑوں دیگر دانشوروں کے حوالے بھی دے سکتے ہیں۔

مزید قرآنِ مجید کی دوسری پیشین گوئی بھی پوری ہو رہی ہے کہ:

"سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتیٰ یتبین لہم انہ الحق۔" (حٰم السجدۃ: ۵۳)

"ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود ان کی جانوں میں دکھائیں گے جس سے واضح ہو جائیگا کہ یہ قرآن حق ہے۔"

سر ولیم ڈیمپیر تاریخ سائنس مطبوعہ ۱۹۶۶ء کے صفحہ ۴۸۹ پر لکھتے ہیں:

"FROM RECENT ANTHROPOLOGY AND PSYCHOLOGY IT APEARS THAT RITE AND RITUAL ARE PRIOR AND MORE ESSENTIAL TO DOGMA, AND THEMSELVES OF MORE SPIRITUAL VALUE."

کہ "جدید علم الانسان اور نفسیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبادات اور ارکان مذہبی عقائد سے زیادہ اہم اور ان پر فوقیت رکھتے ہیں۔ مزید روحانی لحاظ سے یہ زیادہ قیمتی اور مفید بھی ہیں۔"

الفریڈ نارتھ وائٹ ہیڈ[1] جو بیسویں صدی کے چوٹی کے سائنسدانوں میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، اپنے فکر کے نتائج کو یوں بیان کرتے ہیں:

"RELEGION IS THE VISION OF SOMETHING WHICH STANDS BEYOND, BEHIND AND WITHIN THE PASSING INFLUX OF IMMIDIATE THINGS; SOMETHING WHICH IS REAL, AND YET WAITING TO BE REALISED, . . . . . YET THE GREATEST OF THE PERSENT FACTS; SOME-THING THAT GIVES MEANING TO ALL THAT PASSES . . . . . . SOME THING WHOSE POSSESSION IS THE FINAL GOOD . . . . ."[2]

کہ "مذہب ایسا روحانی پیکر ہے جو موجود اشیاء سے دور، ان کے پیچھے اور ان کے اندر اپنا وجود دکھاتا

---

[1] انہوں نے رسل جیسے مفکر ریاضی پر مشہور زمانہ کتاب لکھی ہے۔

(2) PP. 191 - 192 "SCIENCE AND THE MODERN WORLD."

ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جو حقیقی ہونے کے باوجود ادراک پر منحصر ہے۔ ۔ ۔ ۔ اس کے باوجود یہ جدید دور کی حقیقتوں میں سے سب سے بڑی حقیقت ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جو تمام واقعات میں معنویت پیدا کرتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ یہ ایسی چیز ہے جس کا ادراک انتہائی خوبی اور بہترین ملکیت ہے۔ انسان پر ہر مذہب کے پیکر کا فوری رد عمل پرستش اور عبادت میں نمودار ہوتا ہے۔ انسانی خصلتوں میں صرف مذہب ہی ایسی چیز ہے جو ہمیشہ ترقی کرتا رہا۔ اس کا پیکر صرف پرستش اور عبادت کا طلب گار ہے۔ عبادت حق کی پکار کے سامنے سرنگوں ہو جاتا ہے۔ عبادت کے جذبے کو آپس کی محبت (انسان اور خدا کی) حرکت اور قوت بخشتی ہے۔ خدا کی طاقت یہ ہے کہ وہ پرستش کا داعیہ اور جذبہ پیدا کرتا ہے ـــــ وہ مذہب جاندار، مستحکم اور پختہ ہے جو اپنے مقررہ ارکانِ عبادت اور علمی فکر کے ذریعے سے خدائے برتر کے جلال کا احساس، شعور اور خوف پیدا کرے۔"

ـــــ اس کے بیان کے آخری الفاظ یہ ہیں:

"THAT RELEGION IS STRONG WHICH IS ITS RITUAL AND ITS MODE OF THOUGHT EVOKES AN APPREHENSION OF THE COMMANDING VISION."[1]

برٹرینڈ رسل لکھتا ہے:

"THOSE WHO ACCEPT BOLSHEWISM BECOME IMPERVIOUS TO SCIENTIFIC EVIDENCE, AND COMMIT INTELLECTUAL - SUICIDE."[1]

یعنی "جو لوگ بالشوزم کو قبول کر لیتے ہیں، ان پر سائنسی شہادت کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ ذہنی خودکشی کر لیتے ہیں۔"

مذکورہ بالا بیانات سے ثابت ہوا کہ حکومت اگر سچ مچ اپنے مذہب کی خدمت کرنا چاہتی ہے تو اس کا اولین فرض ہے کہ وہ ارکانِ عبادت (یعنی نظامِ صلوٰۃ) کو ملک میں نافذ کرے۔ پھر نظامِ عبادات اور مذہبی فکر کے ذریعہ سے عوام میں خدا کی موجودگی کا ایسا ہمہ وقتی شعور و احساس پیدا کر دے جس سے رشوت ستانی، بے ایمانی اور دیگر جرائم سوسائٹی سے ختم ہو جائیں اور ہر طرف نیکی پھیل جائے۔ حکام پہلے خود عمل کر کے دکھائیں اور عملی مثالیں

(1) P.55 "THE PRACTICE AND THEORY OF BOLSHEVISM."

قائم کریں۔ یہی بات حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں سے کہی تھی کہ تمہارا بنیادی فریضہ اور ڈیوٹی یہ ہے کہ تم عوام کو اسلام سکھاؤ۔ ——— وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

---

بقیہ: الاستفسار:

البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۷۶ ج ۲ میں اس داستان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں مذکور ہے کہ قبیلہ بنی عامر کے ایک پیر مرد نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر آپؐ سے ابتدائی حالات پوچھے۔ آپؐ نے پورا پورا حال بیان کر دیا۔ منجملہ اس کے ایک واقعہ اپنے بچپن کا شقِ صدر کا بھی بیان کیا۔ امام ابن عساکر اس کو غریب یعنی ثقات راویوں کے خلاف کہتے ہیں۔

علاوہ ازیں اس سلسلہ سند میں ایک بے نام راوی ہے۔ اس سے اوپر ایک اور راوی ابوالعجفاء قابلِ اعتراض ہے جو شداد بن اوس صحابی سے اس قصہ کا سننا بیان کرتا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

"ابن سیرین عن ابی العجفاء عن ابیہ فی حدیثہم نظر" تاریخ صغیر امام بخاری ص۱۳ طبع الٰہ آباد،

میزان الاعتدال ص۵۵ ج۴ ابوالعجفاء السلمی یقال اسمہ الھرم قال ابواحمد الحاکم لیس حدیثہم بالقائم، میزان الاعتدال ص۵۵ ج۴؛ ابوعجفاء کا نام ہرم ہے۔ ابواحمد حاکم نے کہا ہے کہ اس کی حدیث ٹھیک نہیں ہے۔

(۶) ابویعلیٰ اور ابن عساکر نے مکحول شامی کے واسطہ سے حضرت شداد بن اوس سے بعینہٖ اس واقعہ کو ایک اور سند کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں کوئی مجہول راوی نہیں ہے۔ تاہم مکحول اور شداد کے درمیان ایک راوی ساقط ہے یعنی یہ سند منقطع ہے کیونکہ مکحول نے حضرت شدادؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ مکحول تدلیس میں بدنام تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مکحول اور شداد کے درمیان یہی ابوعجفاء تھا۔ مکحول نے اس کو ضعیف جان کر بیچ سے نکال باہر کیا۔ سیرت النبیؐ، صفحہ ۳۳۵، ج ۳) (بقیہ آئندہ ان شاء اللہ!)

---

بقیہ تبصرہ کتب:

رکھنے والے قارئین کو بھی زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں یہ کمی پوری کر دی جائیگی۔ بہرحال موجودہ صورت میں بھی یہ کتاب کچھ کم مفید نہیں ہے۔ ہمارا پختہ یقین ہے کہ ہر مسلمان گھرانے میں اس قسم کی کتابوں کا موجود رہنا رحمت اور برکت کا موجب ہے۔

---

تبصرہ کیلئے دو جلدیں ارسال کرنا ضروری ہے ——— مینجر